اسلامی تعلیمات اور جنیوا معاہدہ کے خصوصی حوالے سے جنگی قیدیوں کے حقوق کا تحقیقی و تقابلی مطالعہ

A RESEARCH AND COMPARATIVE STUDY OF THE RIGHTS OF PRISONERS OF WAR WITH SPECIAL REFERENCE TO ISLAMIC TEACHINGS AND THE GENEVA CONVENTIONS

ڈاکٹر حافظ فیض رسول*

محمد عفان الحق**

ABSTRACT

If we look at human history, it will be cleared to us that war has been imposed on human beings in every age and time. In the aftermath of the war, the most brutal treatment was meted out to prisoners of war. Prior to Islam, prisoners of war did not have any significant rights. Islam grants rights to prisoners of war in an age when all forms of cruelty were justified in wars. Prisoners of war were treated like animals i.e., burned alive, cut off their noses and ears etc. There was nothing wrong with frying them, mutilating their corpses and drinking alcohol in their skulls. And some of them were enslaved and forced to live their whole lives with humiliation and disgrace. Islamic laws for prisoners of war have been in force for fourteen hundred years. Muslims have been following them during various wars. The implementation of these laws is a message of life for prisoners of war. Islam has given special rights to prisoners of war as compare to the Geneva Convention. And not all international nations abide by them. These laws exist only in the form of documentations. In this regard, rights were presented in the context of the Geneva Conventions so that the international community could abide by them and protect themselves from inhumane treatment.

KEYWORDS: Prisoner of War (POW), Brutal, Human Rights, Islamic Law, Jurisprudence.

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامی، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور drhfrasool@lgu.edu.pk

** ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی۔ کراچی پاکستان affan.ahsani@gmail.com

تمہید

اگر ہم انسانی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہم پر یہ بات عیاں ہو گی کہ ہر زمانہ اور دور میں انسانوں کے مابین جنگ وجدال کا سلسلہ کسی نہ کسی وجہ سے رہا ہے۔ سالوں اور صدیوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ جنگوں کی شدت انسانوں کے لیے تباہی لاتی رہی جس کے نتیجے میں بستیاں، قبیلے اور ملک، جنگ کے سبب ختم صفحہ ہستی سے مٹتے رہے۔ جنگ کی صورت میں سب سے زیادہ وحشیانہ سلوک جس کے ساتھ اختیار کیا جاتا تھا وہ جنگ میں پکڑے جانے والے قیدی تھے۔ جنگ میں پکڑے جانے والے قیدیوں کے ساتھ جانوروں کی طرح سلوک کیا جاتا، انہیں زندہ جلانا، ناک کان کاٹنا، اور تیل میں ڈال کر بھون ڈالنا، ان کی لاشوں کا مثلہ کرنا اور ان کی کھوپڑیوں میں شراب پینا بھی کوئی عیب شمار نہ ہوتا تھا۔ اور ان ہی میں سے چند لوگوں کو غلام بنا کر ساری زندگی ذلت ورسوائی کے ساتھ جینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ بین الاقوامی سطح پر ۱۹۲۹ء میں قیدیوں کے حقوق کے حوالے سے پہلا معاہدہ جنگ عظیم دوم کی تباہ کاریوں کے بعد ہوا۔ اور ۱۹۴۹ء میں دوسرا جنیوا معاہدہ تشکیل دیا گیا۔ جس میں پہلے کی بنسبت جنگی قیدیوں کے مزید حقوق بیان کئے گئے۔ جنیوا معاہدہ کی اساس اسی نکتہ پر ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے سے لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیا یعنی جنیوا معاہدہ میں انسانی شرف اور عزت کو لازم ٹھہرایا گیا اور قیدیوں کے لیے وہ حقوق اور شقیں بیان کی گئیں جو زیادہ تر اسلامی تعلیمات کے موافق تھیں۔

جنگی قیدی کی تعریف:

امام ابن تیمیہ نے جنگی قیدی کی تعریف کے متعلق لکھا ہے:

"كل من يؤخذ فى الحرب مع الكفار او فى نهايتهافى القتال او غير القتال مثل ان تقلبة السفينة الينا اويضل الطريق او يؤخذ بحيلة"[1]

یعنی ہر وہ شخص جس کو کفار کے ساتھ لڑائی کی صورت میں یا جنگ میں پکڑا جائے چاہے وہ لڑے یا نہ لڑے، مثال کے طور پر اگر وہ شخص کشتی سے ہماری طرف گر جائے یا وہ راستہ بھٹک جائے یا اسے حیلہ کر کے گرفتار کر لیا جائے۔

فقہاء ایسے شخص پر بھی جنگی قیدی کا اطلاق کرتے ہیں جو حربی ہو اور دارالاسلام میں بغیر اجازت کے داخل ہو یا مرتدین یا بغاوت کرنے والوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑائی کے دوران گرفتار کر لیا جائے۔[2]

علامہ ابن رشد رحمہ اللہ نے جنگی قیدیوں کا اطلاق مسلمان پر بھی کیا ہے:

"لان المسلمين اذا صاروا فى هذا الحد فهم بمنزلة الاسارى"[3]

اس لیے کہ مسلمان جب اس (قیدی کی) تعریف میں آجائیں گے تو وہ بھی قیدیوں کی طرح ہوں گے۔
قانون وضعی میں جنگی قیدی کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے کہ:

"هو كل شخص يؤخذلا لجريمة ارتكبها،وانما لاسباب عسكرية"۔[4]

ایسا شخص جسے جرم کے سبب نہیں بلکہ جنگی مہمات کے دوران گرفتار کرلیا گیا ہو۔

ہر وہ شخص "اسیر" ہے جو جنگ میں پکڑا جائے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ کیونکہ فعیل سے یہاں مراد مفعول ہے۔ اس لیے اس میں مذکر اور مؤنث دونوں برابر ہوتے ہیں۔ پس موصوف کے بجائے صرف تذکیر یا تانیث کی علامت کا ذکر کرنا کافی ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے: "قتلت اسيرة" قیدی عورت کو مار دیا گیا اسی طرح کہا جاتا ہے۔ "رايت القتيلة" میں نے مقتول عورت دیکھی۔ اس کی جمع: اسری" یا "اساری" آتی ہے۔[5]

عہد قدیم وجدید میں اسیرانِ جنگ کے ساتھ وحشیانہ سلوک

قبل از اسلام دنیا میں جنگ کی صورت میں فاتح مفتوح کے تمام افراد کو اپنا غلام بنالیا کرتے تھے۔ اور ان سے انسانیت سوز سلوک روا رکھتے تھے۔ اسیرانِ جنگ کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ قدیم عرب میں جنگ میں مقاتلین اور غیر مقاتلین کے درمیان کوئی امتیاز نہ تھا۔ دشمن قوم کے ہر فرد کو دشمن سمجھا جاتا تھا۔ اور اعمالِ جنگ کا دائرہ تمام طبقوں اور جماعتوں پر یکساں محیط تھا۔ عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار، زخمی کوئی بھی اس ہمہ گیر دست درازی سے مستثنیٰ نہ تھا۔ بلکہ دشمن قوم کو ذلیل وخوار کرنے کے لیے عورتیں خصوصیت کے ساتھ جنگی کاروائیوں نشانِ عبرت بنائی جاتی تھیں۔[6]

اسلام نے انسانوں کو درکنار کسی اور مخلوق کو بھی آگ میں جلانے سے منع فرمایا ہے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

"بعثنا رسول اللهﷺفى بعث فقالان وجدتم فلاناوفلانا فاحرقوهما بالنارثم قال رسول اللهﷺحينا ردناالخروج انى امرتكم ان تحرقوا فلاناوفلانا۔وان النار لايعذب بهاالا الله فان وجدتموهمافاقتلوهما"[7]

"ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے ایک جہادی قافلہ کے ساتھ روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر تم فلاں اور فلاں کو پالو تو انہیں آگ سے جلا دینا۔ پھر ہم روانہ ہونے لگے تو ارشاد فرمایا: میرا تمہیں حکم تھا کہ فلاں اور فلاں شخص کو آگ سے جلا ڈالنا۔ اللہ کے سوا آگ کے ساتھ عذاب دینے کا کوئی شخص حق نہیں رکھتا۔ پس جب تم انہیں پالو انہیں قتل کر ڈالنا۔

لیکن یمن کے یہودی بادشاہ یوسف ذونواس حمیری نے نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے چالیس ۴۰ سال پہلے

سینکڑوں توحید پرست عیسائیوں کو بڑے بڑے گڑھوں میں دہکتی آگ کے اندر جلا کر راکھ کر دیا تھا۔

"فامر بالاخدود فی افواہ السکک ،فخدت،واضرم النیران،وقال من لم یرجع عن دینہ فاحموہ فیھا او قیل لہ اقتحم"[8]

"پس اس نے خندق کھودنے کا حکم دیا گلیوں میں، پس خندق کھودی گئی اور آگ کو دہکایا گیا، اور بادشاہ نے کہا کہ جو اس دین سے پیچھے نہ ہٹے اس کو اس میں ڈال کر جلادو، یا یہ کہا کہ گرادو۔"

اسی مشہور تاریخی قصہ کو قرآن کریم سورۃ البروج میں یوں بیان کرتا ہے:

"قُتِلَ أَصْحَابُ الأُخْدُودِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ"[9]

"خدا کی مار ہے ان خندق (کھودنے) والوں پر، اس آگ والوں پر جو ایندھن سے بھری ہوئی تھی، جب وہ اس کے پاس بیٹھے تھے، اور وہ ایمان والوں کے ساتھ جو کچھ کر رہے تھے اس کا نظارہ کرتے جاتے تھے۔"

اسی طرح جنگِ اُوارہ کا واقعہ مشہور ہے جو منذر بن امرؤالقیس اور بکر بن وائل کے درمیان ہوئی تھی اور اس میں منذر بن امرؤالقیس نے منت مانی تھی کہ اس جنگ میں کامیاب ہو گیا تو فریقین کو جبل اُوارہ کی چوٹی پر ذبح کروں گا یہاں تک کہ ان کا خون نیچی نشیبی زمین تک پہنچ جائے۔ اس جنگ میں جو قتل و غارت پیش آئی اس کے تعلق سے ابن اثیر لکھتے ہیں:

"فالتقوا باوارۃ فاقتلوا قتالا شدیدا،واجلت الواقعۃ عن ھزیمۃ بکر،واسر یزید بن شرحبیل الکندی فامر المنذر بقتلہ فقتل،فقتل فی المعرکۃ بشر کثیر،واسر المنذر من بکر اسری کثیرۃ فامر بھم فذبحوا علی جبل اوارۃ فجعل الدم یجمد ،فقیل لہ ابیت اللعن لو ذبحت کل بکری علی وجہ الارض لم تبلغ دماؤھم الحضیض ولکن لو صببت علیہ الماء فسال الدم الی الحضیض،وامر بالنساء ان یحرقن بالنار"[10]

"جبل اوارہ میں دونوں لشکر ملے اور وہاں سخت جنگ ہوئی۔ اور بنو بکر کو اس واقعہ میں شکست ہوئی۔ یزید بن شرحبیل کندی قیدی بنا۔ منذر نے اسے قتل کا حکم دیا۔ اور یزید بن شرحبیل کو قتل کر دیا گیا۔ اس جنگ میں بہت زیادہ تعداد میں لوگ قتل ہوئے۔ اور منذر نے بنی بکر کے بہت سے لوگوں کو قیدی بھی بنالیا۔ اور پھر حکم دیا کہ ان تمام کو جبل اوارہ پر قتل کر دیا جائے (قتل کرنے کے بعد جو خون نکلا تھا وہ) خون جم گیا، منذر کو کہا گیا کہ آپ کو یہ پسند نہیں کہ کوئی ایسا کام کریں جس پر آپ کو لعنت کی جائے، اگر آپ بنو بکر کے تمام لوگوں کو بھی اس زمین پر ذبح کر دو گے تو بھی ان کا خون نشیبی زمین تک نہیں جائے گا ہاں ایسا کیا جا سکتا ہے کہ اس پر پانی بہادیں تا کہ خون نشیبی زمین تک چلا

جائے (تاکہ آپ نے جو قسم کھائی ہے وہ نہ ٹوٹے) اور جو عورتیں پکڑی گئی تھیں ان کو جلا دیا گیا۔

عمرو بن منذر نے ایک قصور کی بنا پر منت مانی تھی کہ بنی دارم کے سو آدمیوں کو زندہ جلاؤں گا۔ چنانچہ اس نے ان پر چڑھائی کی اور ۹۹ آدمی ہاتھ آئے جنھیں اس نے جلا دیا۔ اب منت پوری کرنے میں ایک کسر رہ گئی تھی۔ اتفاق سے اس وقت قبیلہ براجم کا ایک شخص ادھر سے گزر رہا تھا وہ گوشت کی بو سونگھ کر سمجھا کہ کھانا پک رہا ہے اس لیے عمرو کے لشکر کی طرف آ گیا۔ عمرو نے اپنی منت پوری کرنے کے لیے اسی کو آگ کی الاؤ میں جھونک دیا۔[11]

زمانہ جاہلیت کے عرب شہری بود و باش، رہن سہن اور تہذیب و تمدن سے عاری، علوم و فنون سے نا آشنا سمجھے جاتے تھے۔ اور وحشی اقوام میں سر فہرست شمار ہوتے تھے۔ اس لیے ان میں درندگی اور وحشیانہ جنگی انداز کا موجود ہونا کچھ زیادہ تعجب انگیز بات نہیں۔ مگر دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ اس زمانہ کی دو مشہور اور مہذب و متمدن علوم و فنون سے واقف اور شہری رہن سہن سے آراستہ قوموں کا حال بھی ان وحشیوں اور بدویوں سے مختلف نہ تھا۔ لڑائیوں میں حصہ لینے والے جنگجو اور حصہ نہ لینے والے امن پسندوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ دشمن قوم کا ہر فرد (حتیٰ کہ عورتیں، بچے، بوڑھے، زخمی، عابد و زاہد اور مذہبی پیشوا غرض ہر ایک کو) واجب القتل اور گردن اتار دیئے جانے کے قابل تصور کیا جاتا تھا۔ دشمن کی رہائشی آبادیوں، کھیتوں اور فصلوں کو تباہ و برباد اور نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔ جنگی قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا جاتا۔ ان کو قتل کر دینا یا غلام بنا لینا قومی اور جاہلی جنگوں کا عام دستور تھا۔ سفیروں کا قتل، غداری و بدعہدی اور مذہبی چپقلش کی بنا پر عبادت خانوں اور متبرک مقامات کی بے حرمتی ان کا عام معمول تھا۔ مذہبی پیشواؤں کی شرمناک حد تک تذلیل و تحقیر اور ان کی قتل و غارت گری قدیم دور اور زمانہ جاہلیت کی سب سے زیادہ مہذب سلطنتوں "سلطنت روم اور سلطنت ایران" کی جنگی شان و شوکت میں شمار ہوتا تھا۔

"In Armenis, too, the roman forces defeted the army of kobad in two battles, and thus the season closed disastrously for the great king, who was now too old to direct his armies in person. The year 529 was important only for the raid of the savage Saracen Mundhir, of Hira, who ravaged Syria up to Antioch, and whose bloody sacrifice of 400 nuns to the goddess Al-Uzza, the planet Venus must have sent a thrill of horror throughout Christendom.[12]

"ارمینیس میں بھی رومن افواج نے دو جنگوں میں کوباد کو شکست سے دوچار کیا اس طرح وہ موسم عظیم بادشاہ کے لیے تباہ کن طور پر بند ہو گیا جو اب اپنی عمر کی فوج کو ذاتی طور پر ہدایت دینے کے لیے بوڑھا ہو گیا تھا۔ 529 سال صرف حرا کے وحشی سرزمن منڈھیر کے چھاپے کے لیے اہم تھا جس نے شام کو انطاکیہ تک پہنچایا تھا اور جس کی خونی ساریہ ویزا کے دیوی الزوزا کے لیے 400 راہباؤں کی خونی قربانی نے پورے عیسائی میں خوف و ہراس کی ایک حیرت

بھیج دی تھی"۔

۶۱۵ء میں جب خسرو پرویز نے بیت المقدس کو فتح کیا اور وہاں کے بطریق اعظم ذکریاہ کو گرفتار کر لیا، اصلی صلیب کو جس پر عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السلام چڑھائے گئے تھے چھین لیا۔ سینٹ ہلینا اور قسطنطین کے عظیم الشان کنیسوں کو آگ لگادی، تین سو سال کی جمع شدہ مذہبی یادگاروں اور نذرو نیاز کی قیمتی چیزوں کو لوٹ لیا اور ۹۰ ہزار عیسائیوں کو قتل و اسیر کیا۔[13]

339ء میں مار شمون نے پانچ پادریوں اور ایک سو پجاریوں کو فرگوٹن ایلام کے قدیم دارالحکومت سوسا میں پھانسی دی گئی:

"The persecution thus initiated was continued by massacres and the destruction of churches for fully forty years, monks and nuns especially being subject to pitiless persecution, because they conspicuously violated the sane tenets of Zoroastrianism.[14]

اس طرح شروع کیے جانے والے ظلم وستم، قتل عام اور چرچوں کی تباہی، اور راہبوں کو خاص طور پر انتہائی ظلم وستم کا نشانہ بنائے جانے کا سلسلہ پوری طرح سے چالیس سال تک جاری رہا۔ کیونکہ انہوں نے واضح طور پر زرتشت مذہبی عقائد کی خلاف ورزی کی۔

۷۰ء میں جب روم کے بادشاہ ٹیٹوس نے بیت المقدس کو فتح کیا اور وہاں فتح حاصل کرنے کے بعد اس نے جو ظلم وستم ڈھائے ان کا نقشہ مصنف "فرار" اپنی کتاب (early days of Christianity) میں اس طرح کھینچتے ہیں:

"Titus formed the deliberate purpose to destroy Christianity and Judaism in one blow, believing that if the Jewish root were torn up the Christian branch would soon perish. The tallest and most above seventeen years of age multitudes were doomed to work in chains in the Egyptian mines. Other were sent as presents to various towns to be slain by Wild beast or gladiators, or by each other's swords in the amphitheaters. The young of both sexes sold as slaves. Even during the days on which these arrangements were being made 11,000 perished for want of food some because their guards would not give it to them others because they would not accept it. Josephus reckons the number of captives taken during the war at 97,000 and the number of those who perished during the siege at 1,100,000. The number who perished in the whole war are reckoned at the awful total 1,337,490, and the num of prisoners at 101,700.[15]

"ٹائٹس نے ایک دھچکے سے عیسائیت اور یہودیت کو ختم کرنے کا دانستہ مقصد تشکیل دیا تھا کہ اگر یہودیوں کی جڑ کو پھاڑ دیا گیا تو عیسائی شاخ جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ قدیم اور سترہ سال سے زیادہ عمر کے لوگوں نے مصری بارودی

سرنگوں کو برباد کر دیا۔ دوسرے کو مختلف شہروں میں بطور تحائف بھیجے گئے تا کہ وائلڈ جانور یا گلیڈی ایٹرز یا میفی تھیٹروں میں ایک دوسرے کی تلواریں مارے جائیں۔ دونوں جنسوں کے نوجوان غلام کے طور پر فروخت ہوئے۔ یہاں تک کہ ان دنوں کے دوران جب یہ انتظامات کئے جارہے تھے تو 11،000 کو کچھ نہ کھانے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے کیونکہ ان کے محافظ اسے دوسروں کو نہیں دیتے تھے۔ جوزفس نے جنگ کے دوران پکڑے گئے اسیروں کی تعداد 97،000 اور محاصرے کے دوران ہلاک ہونے والوں کی تعداد 1،100،000 بتائی۔ پوری جنگ میں ہلاک ہونے والے افراد کا شمار انتہائی خوفناک کل 1،337،490 اور قیدیوں کی تعداد 101،700 ہے"۔

سیتھی قوم کے متعلق ہے کہ ان کے ہاں ہر سال مویشیوں، گھوڑوں کی قربانیاں باقی تمام دیوتاؤں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہیں۔ وہ ہر ایک سو جنگی قیدیوں میں سے ایک کو بھینٹ کرتے ہیں۔ سب سے پہلے قیدی کے سر پہ شراب انڈیلی جاتی ہے، اور پھر اسے ایک برتن کے اوپر ذبح کیا جاتا ہے اور خون خنجر پر بہتا ہے۔ جب ڈھیر کی چوٹی پر یہ کاروائی جاری ہوتی ہے تو معبد کی ایک طرف ذبح شدہ ویدیوں کے دائیں اور بائیں بازو کاٹ کر ہوا میں اچھالے جاتے ہیں پھر دیگر قیدیوں کی باری آتی ہے۔ اور قربانی ادا کرنے والے لوگ ہاتھوں اور بازوؤں کو جہاں وہ گرے ہوں اور جسموں کو علیحدہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔[16]

اسی طرح شاہ پور ذوالکتاف کا واقعہ مشہور ہے کہ بحرین اور الحسائی کے عرب کے اسیر جنگ سے انتقام لینے کے لیے اس نے حکم دیا تھا کہ ان کے شانوں میں سوراخ کر کے ان کے اندر رسیاں پروئی جائیں اور سب کو ملا کر باندھ دیا جائے۔ اسی بنا پر تاریخ نے اس کو ذوالکتاف کے نام سے یاد رکھا ہے۔[17]

۲۲۳ھ میں روم کے بادشاہ توفیل بن میخائیل زبطرۃ اور ملطیہ پر چڑھائی کے ارادہ سے نکلا اور اس کے ساتھ ایک لاکھ یا ستر ہزار جنگجو کا لشکر تھا اور وہاں بھی اس نے باشندوں کے ساتھ نہایت انسانیت سوز سلوک کیا جس کا نقشہ ابن اثیر اس طرح کھینچتے ہیں:

"فبلغ زبَطرة فقتلهن بهامن الرجال وسبى الذرية والنساءواغارعلى اهل ملطية وغيرهامن حصون المسلمين وسبى المسلمات ومثل بمن صار فى يده من المسلمين وسهل اعينهم وقطع انوفهم وآذانهم"[18]

"توفیل زبطرہ مقام پر پہنچا، اور وہاں جنگ میں جو مرد تھے ان کو قتل کر دیا، بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا، اہل ملطیہ پر اور اس کے علاوہ مسلمانوں کے دیگر قلعوں پر حملہ کیا، اور مسلمان عورتوں کو قیدی بنالیا اور جو ان کے قبضہ میں مسلمان مرد تھے ان کا مثلہ کیا، آنکھیں پھوڑدیں، اور ناک کان کاٹ دیئے۔"

صلاح الدین ایوبی نے ۵۸۳ھ میں جب بیت المقدس فتح کیا تو اس وقت یہاں ایک لاکھ صلیبی جنگجو موجود تھے۔ ان میں عورتوں اور بچوں کے علاوہ ساٹھ ہزار سوار اور پیادہ سپاہ تھے، صلاح الدین نے ان سب کی جان بخشی کی اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، فقہاء نے ہر چند اس پر زور ڈالا کہ بیت المقدس پر صلیبیوں کے قبضہ کے زمانہ میں اس کے اسلاف نے مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہی ان کے ساتھ کیا جائے، مگر صلاح الدین نے اس کو منظور نہ کیا اور صرف ہر مرد پر دس دینار، ہر عورت پر پانچ دینار، بچوں پر دو دینار جزیہ لگانے پر اکتفاء کیا جو لوگ اس کو ادا نہ کر سکے ان کی جانب سے سلطان کے بھائی ملک العادل نے اپنی جیب سے دو ہزار آدمیوں کا جزیہ ادا کیا، اس کے بعد بھی جو لوگ باقی رہ گئے ان کا جزیہ سلطان نے معاف کر دیا۔[19]

۱۰۷۱ء میں سلجوقی سلطان الپ ارسلان اور قیصر رومنس چہارم میں جنگ ہوئی اور اس جنگ میں قیصر کو شکست ہوئی۔ قیصر اسیر بن کر ارسلان کے سامنے پیش ہوا تو ارسلان یوں گویا ہوا "اگر میں گرفتار ہو کر تمہارے سامنے پیش ہوتا تو تم مجھ سے کیا سلوک کرتے؟" قیصر نے کہا "میں کوڑوں سے تمہاری کھال کھینچ لیتا۔" سلطان نے کہا: مسلم اور عیسائی میں یہی فرق ہے۔ اس کے بعد قیصر کی خدمت میں بیش بہا تحائف پیش کئے۔ اسے اس کی سلطنت واپس دیدی۔ اور اسے بڑے شان اور احترام سے رخصت کیا۔[20]

تیسری صلیبی جنگ میں برطانیہ کے شیر دل "رچرڈ" اول (۱۱۸۹۔۱۱۹۹ء) نے اسلامی فوج کے ایک دستے کو جو تین ہزار افراد پر مشتمل تھا وعدہ معافی دے کر اس سے ہتھیار رکھوالئے لیکن فوراً بعد اسلامی لشکر گاہ کے سامنے انہیں قتل کر ڈالا۔[21]

جنگی قیدیوں پر یہ وحشیانہ سلوک کا دور ختم نہ ہوا بلکہ اٹھاویں صدی اور انیسویں صدی میں بھی مہذب یورپ نے قیدیوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک اختیار کیا۔ چنانچہ ۱۷۹۹ء مہذب یورپ کے سب سے بڑے جنرل نپولین بونا پارٹ نے یافا کے چار ہزار ترکی فوج کو جس نے جان بخشی کا وعدہ لے کر اطاعت قبول کی تھی، صرف اس عار کی بنا پر قتل کرادیا کہ وہ انہیں کھلانے کے لیے خوراک مہیا نہیں کر سکتا تھا اور نہ مصر بھیجنے کا انتظام کر سکتا تھا۔ اس کے بعد ۱۸۹۶ء میں کیوبا کے ہسپانوی کیپٹن جنرل ویلر (Gen. Weyler) نے اسیران جنگ کو باغی قرار دے کر قتل کرادیا تھا اور ہزاروں نہتے باشندوں کو پکڑ کر اس طرح قید کر دیا تھا کہ وہ مکھیوں اور مچھروں کی طرح بھوکے پیاسے مر گئے۔[22]

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں نے برصغیر میں جو ظلم ڈھائے ہیں اسکی بھی نظیر نہیں ملتی۔ سوانح عطاء اللہ شاہ بخاری میں ایک پادری کی بیوی رقمطراز ہے: "بہت سے قیدیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا، لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ وہ

موت کی کوئی خاص پرواہ نہیں کرتے بقیۃ السیف کو توپوں سے باندھ کر اڑا دیا گیا۔" اسی طرح مسٹر ڈی لین ایڈیٹر ٹائمز آف انڈیا کا اقتباس ذیل رسل کی ڈائری کے صفحہ ۴۳ (مطبوعہ مئی ۱۸۵۸ء) سے ماخوذ ہے: "زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سینا یا پھانسی دینے سے پہلے ان کے جسم پر سور کی چربی ملنا یا زندہ آگ میں جلانا اور انہیں مجبور کرنا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بد فعلی کریں یقیناً عیسائیت کے نام پر ایک بد نما دھبہ ہے۔"[23]

اسی طرح اگر ہم موجودہ دور کے اندر قیدیوں پر ہونے والے ظلم و ستم کی روداد سنیں تو ہم مغربی ممالک حقوق انسانی اور ہیومن رائٹس کا واویلہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں وہی سب سے زیادہ ان کے حقوق کو پامال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ۹/۱۱ کے بعد امریکہ نے جس طرح مسلمانوں پر ظلم کیا اور پکڑے جانے والے قیدیوں کے ساتھ جو دل سوز سلوک اختیار کیا اس کی مثال اور نظیر عالم اسلام میں کہیں نہیں ملتی۔ کہ جہاں پر پکڑی جانے والی لڑکیوں کے ساتھ ان کی عزت سے کھیلا جاتا۔ حقوق انسانی کی عالمی تنظیم تنظیم ہیومن رائٹس فرسٹ نے انکشاف کیا ہے کہ اگست 2002ء سے اب تک افغانستان اور عراق میں امریکی فوج کے زیر حراست تقریباً ۱۰۰ قیدیوں کو قتل کیا جا چکا ہے۔ امریکی حراست میں مارے جانے والے قیدیوں میں سے ۳۴ میں سے اکثر کو جان بوجھ کر قتل کئے جانے کی تصدیق ہو چکی ہے۔[24]

ملا عبد السلام ضعیف جو کہ افغانستان جنگ میں قیدی بنے تھے دوران قیدی ان لوگوں کو جو جیل میں کھانا دیا جاتا یہ اپنی آپ بیتی سناتے ہوئے کہتے ہیں: "اکثر اوقات خوراک سے بدبو آتی مگر یہ جاننے کے باوجود کہ یہ خوراک صحت کے لیے نقصان دہ ہے، ہم مجبوری کے تحت کھا لیتے تھے، کیونکہ ہمارے پاس کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔"

مزید بیان کرتے ہیں کہ: "روٹی چار قسم کی ہوتی، کھانا باری باری پکتا تھا، سبزی ابلی ہوئی ملتی اور سالن اکثر ٹھنڈا ہوتا، جس کی وجہ سے قیدیوں کو قبض کی شکایت رہتی تھی۔ مچھلی بدبودار ہوتی اور مرغی کے گوشت میں خون صاف نظر آتا۔"[25] اور قندھار جیل میں جو مظالم ہوتے ان کو بیان کرتے ہیں کہ: "یہاں بھی روزانہ آدھی رات کو اچانک امریکی فوجی کتوں سمیت چھاپہ مارتے تھے اور جیل میں موجود تقریباً چھ سو (۶۰۰) قیدیوں کو سخت تکلیف سے دوچار کرتے تھے، گدھوں کی طرح چیختے تھے اور قیدیوں کو الٹا لٹا کر کتے کو اوپر چھوڑتے تھے۔"[26]

جنگی قیدی احادیث کی روشنی میں:

اب اگر ہم قیدیوں کے بارے میں حدیث رسول ﷺ کی طرف نظر دوڑائیں تو وہاں پر ہمیں ان کے بارے میں الگ الگ حکم ملتا ہے۔ جہاں پر آپ ﷺ نے حالات وواقعات کے اعتبار سے مختلف احکامات صادر فرمائے

تھے۔چند احادیث ہم یہاں نقل کریں گے۔حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"فکواالعانی یعنی الاسیر واطعمواالجائع وعود المریض"[27]

"عانی یعنی قیدی کو چھڑاؤ، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو۔"

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ:

"ان رسول اللہ ﷺ حین اقبل بالاساری فرقھم بین اصحابہ، وقال: (استوصوا بالاساری خیر) "قال:وکان ابو عزیز بن عمیر بن ھاشم ،اخو مصعب بن عمیر لابیہ وامہ فی الاساری۔[28]

"کہ آپ ﷺ کے پاس جس وقت قیدی لائے گئے اور آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان ان کو تقسیم فرمادیا اور یہ ہدایت فرمائی کہ ان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔راوی کہتے ہیں کہ ان قیدیوں میں ابو عزیز بن عمیر بن ہاشم جو کہ مصعب بن عمیر کے بھائی بھی تھے۔"

"فقال ابو عزیز:مر بی اخی مصعب بن عمیر ورجل من الانصار یاسرنی ،فقال:شدیدیک بہ،فان امہ ذات متاع،لعلھا تفدیہ منک،قال وکنت فی رھط من الانصار حین اقبلوا بی من بدر،فکانوا اذا قدموا غداھم وعشاءھم خصونی بالخبز،واکلوا التمر،لوصیۃ رسول اللہ ﷺ۔ایاھم بنا ماتقع فی ید رجل منھم کسرۃ خبز الا نفحنی بھا،قال:فاستحیی فاردھا علی احدھم،فیردھا علی مایمسھا"۔[29]

"ابو عزیز فرماتے ہیں کہ جب میں غزوہ بدر میں پکڑا گیا تو میں انصار کی ایک جماعت میں تھا،تو جب ان کے لیے دوپہر یا شام کا کھانا لایا جاتا تو وہ مجھے روٹی دیتے اور خود کھجوروں پر گزارہ کرتے تھے کیونکہ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو اس بات کی تاکید فرمائی تھی۔ان میں سے اگر کسی کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا گر جاتا تو وہ ٹکڑا مجھے دے دیتے لیکن میں شرما کر واپس کر دیتا تھا لیکن وہ اس کو ہاتھ لگائے بغیر مجھے دے دیتے۔"

اسی طرح یمامہ کے سردار ثمامہ بن اثال جب گرفتار ہو کر آئے تو قید میں رہے تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق انہیں بہترین کھانا اور دودھ دیا جاتا رہا تھا:

"انہ لماکان فی الاسرجمعوا ماکان فی اھل النبی ﷺ من طعم و لبن"۔[30]

اسی طرح ایک دفعہ قیدیوں میں جب حاتم طائی کی بیٹی گرفتار ہو کر آئی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے خود کھانا اور کپڑے دیئے۔سیرت ابن ہشام میں حاتم طائی کی بیٹی کے متعلق ہے:

"فکسانی رسول اللہ ﷺوحملنی واعطانی نفقۃ"[31]

"کہ آپ ﷺ نے مجھے کپڑے، اور سواری کے جانور اور خرچہ بھی دیا۔"

اسی طرح حضور ﷺ نے دوران جنگ بچوں اور عورتوں کے قتل سے منع کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے:

"ان امرأة وجدت فی بعض مغازی النبی ﷺمقتولة فانکر رسول الله ﷺ قتل النساء والصبیان"۔[32]

"کسی غزوہ میں کوئی عورت مقتول پائی گئی تو آپ ﷺ نے دوران جنگ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا"۔

اسی طرح بدر کے قیدیوں میں حضرت عباسؓ بھی تھے، ان کے بدن پر کپڑا نہیں تھا تو آپ ﷺ نے ان کے لیے قمیص کا حکم فرمایا تھا۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے:

"لما کان یوم بدر اتی باساری واتی بالعباس ولم یکن علیہ ثوب فنظر النبی ﷺ لہ قمیصا فوجدوا قمیص عبد الله ابن ابی یقدر علیہ فکساہ النبی ﷺ ایاہ فلذلک نزع النبی ﷺ قمیصہ"[33]

"بدر کی لڑائی کے موقع پر قیدی لائے گئے تھے جن میں عباس بھی تھے۔ ان کے بدن پر کپڑا نہیں تھا، نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے قمیص تلاش کروائی تو عبد اللہ بن ابی کی قمیص آپ کو آئی تو آپ ﷺ نے وہ قمیص آپ کو پہنا دی۔"

قیدی کو بھوک پیاس وغیرہ کی سزا دینا یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ جب غزوہ بنو قریظہ میں چند لوگ گرفتار کر کے لائے گئے تھے اور وہ دن سخت گرمی کے تھے تو اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

"لاتجمعوا علیھم حر ھذا الیوم وحر السلاح،قیلوھم حتی یبردوا"[34]

"ان قیدیوں پر آج گرمی اور ہتھیاروں کی گرمی دونوں ایک ساتھ جمع نہ کرو۔ بلکہ انہیں قیلولہ اور آرام کرواؤ یہاں تک کہ ٹھنڈے ہو جائیں۔"

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ بھوکوں کو کھانا کھلانے کے بارے میں جو احادیث میں آیا ہے یہ عام حکم ہے اس میں تمام لوگ شامل ہیں۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ:

"والاسیر من اسری المشرکین لا بد ان یطعم ویحسن الیہ حتی یحکم فیہ"[35]

"جو مشرک ہماری قید میں ہوں ان کے بارے میں جب کوئی فیصلہ کیا جائے تو یہ بات ضروری ہوتی ہے کہ ان کی خوراک کا مکمل انتظام کیا جائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک اختیار کیا جائے۔"

اسی طرح آپ ﷺ نے جنگ میں مثلہ کرنے سے بھی منع فرمایا تھا۔

"نہی النبی ﷺ عن النھبیٰ و المثلۃ"[36]

یعنی رسول اللہ ﷺ نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔

سہیل بن عمرو بھی جنگ بدر کے قیدیوں میں تھے یہ عرب کے بڑے شعراء میں سے ایک تھے۔ یہ اسلام نہیں لائے تھے اس لیے آپ ﷺ کے خلاف اشعار پڑھا کرتے تھے۔:

"ان عمر بن الخطاب قال لرسول اللہ دعنی انزع ثنیۃ سہیل بن عمرو ویدلع لسانہ فلایقوم علیک خطیبا فی موطن ابدا! قال رسول ﷺ لا امثل بہ فیمثل اللہ بی و ان کنت نبیا۔"[37]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کے آگے کے دو دانت توڑ دوں تاکہ یہ شخص آپ کے خلاف آئندہ شعر پڑھنے کے قابل نہ رہے لیکن آپ ﷺ نے نے منع فرمایا کہ تم اس کے دانت مت توڑو، شاید اللہ تعالی تمہیں اس سے کوئی کو شی دکھادے، اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر میں ان کا مثلہ کروں گا تو کہیں اللہ تعالی میرا مثلہ نہ کردے اگرچہ میں نبی ہوں۔

GENEVA CONVENTION

Article 14: Respect for the person of prisoners

Prisoners of war are entitled in all circumstances to respect for their persons and their honour.

Women shall be treated with all the regard due to their sex and shall in all cases benefit by treatment as favourable as that granted to men.

Prisoners of war shall retain the full civil capacity which they enjoyed at the time of their capture. The Detaining Power may not restrict the exercise, either within or without its own territory, of the rights such capacity confers except in so far as the captivity requires.[38]

دفعہ نمبر ۱۴: قیدیوں کی شخصیت اور عزت کا احترام

جنگی قیدی ہر وقت اور حالت میں اپنی شخصیت اور عزت کے احترام کے حقدار ہوتے ہیں۔

خواتین قیدیوں کے ساتھ ہر حالت میں ان کی جنس کی وجہ سے ہر لحاظ سے عزت سے پیش آیا جائے گا۔ اور تمام مقدمات میں ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو مردوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

جنگی قیدیوں کے عوامی حقوق کو قید کے دوران برقرار رکھا جائے۔ اقتدارِ حراست اپنے علاقے کے اندر یا باہر ورزش پر پابندی نہیں لگا سکتی، جب تک قید کی ضرورت ہے ان حقوق کو برقرار رکھا جائے گا۔

Article 15: Maintenance of prisoners

The Power detaining prisoners of war shall be bound to provide free of charge for their maintenance and for the medical attention required by their state of health.[39]

دفعہ نمبر ۱۵: قیدیوں کی دیکھ بھال

قتدار حراست قیدیوں کی بحالی اور ان کی صحت سے متعلق طبی توجہ، مفت فراہم کرنے کا پابند ہو گا۔

Article 16: Equality of treatment

Taking into consideration the provisions of the present Convention relating to rank and sex, and subject to any privileged treatment which may be accorded to them by reason of their state of health, age or professional qualifications, all prisoners of war shall be treated alike by the Detaining Power, without any adverse distinction based on race, nationality, religious belief or political opinions, or any other distinction founded on similar criteria.[40]

دفعہ نمبر ۱۶: معاملہ میں مساوات

موجودہ کنونشن پر غور کرتے ہوئے جو درجہ بندی جنس، علاج جو کہ انکی صحت، عمر یا پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے متعلق ہیں اقتدار حراست کو تمام قیدیوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک اختیار کرنا چاہئے۔ بغیر کسی امتیازی سلوک کے جو کہ نسل، قومیت، مزہبی عقیدے، سیاسی رائے، یا اس طرح کی معیار پر قائم کسی دوسرے فرق پر مبنی ہو۔

Article 22: Places and conditions of internment

Prisoners of war may be interned only in premises located on land and affording every guarantee of hygiene and healthfulness. Except in particular caseswhich are justified by the interest of the prisoners themselves, they shall notbe interned in penitentiaries.

Prisoners of war interned in unhealthy areas, or where the climate is injurious for them, shall be removed as soon as possible to a more favourable climate.

The Detaining Power shall assemble prisoners of war in camps or camp com-pounds according to their nationality, language and customs, provided that such prisoners shall not be separated from prisoners of war belonging to the armed forces with which they were serving at the time of their capture, except with their consent.[41]

دفعہ نمبر ۲۲: قید خانے اور جگہوں کی حالت

جنگی قیدیوں کو صرف ان احاطوں کے اندر قید کیا جا سکتا ہے جو زمین پر ہوں اور حفظان صحت اور تندرستی کی ہر لحاظ سے ضمانت دے سکتے ہوں۔ ان مخصوص معاملات کے علاوہ جہاں خود قیدیوں کی دلچسپی شامل ہو ایسے قیدیوں کو حوالات میں قید نہیں کیا جائے گا۔

جنگی قیدیوں کو جو کہ غیر صحت بخش علاقوں میں قید ہیں یا جہاں کی آب و ہوا ان کے لیے نقصان دہ ہے انہیں جلد از جلد وہاں سے نکال کر زیادہ موافق آب و ہوا میں رکھا جائے۔

اقتدار حراست جنگی قیدیوں کو خیموں یا چھاؤنیوں کی حدود میں جمع کر لے ان کی قومیت، زبان، رسومات کی بناء پر تا کہ یہ قیدی ان جنگی قیدیوں سے علیحدہ نہ ہو جائیں جو انہیں فوجی قوتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن کے لیے یہ پکڑے جاتے وقت کام کر رہے تھے۔ قیدیوں کی اپنی مرضی کے علاوہ۔

Article 26: Food

The basic daily food rations shall be sufficient in quantity, quality and variety to keep prisoners of war in good health and to prevent loss of weight or the development of nutritional deficiencies. Account shall also be taken of the habitual diet of the prisoners.

The Detaining Power shall supply prisoners of war who work with such additional rations as are necessary for the labour on which they are employed.

Sufficient drinking water shall be supplied to prisoners of war. The use of tobacco shall be permitted.

Prisoners of war shall, as far as possible, be associated with the preparation of their meals; they may be employed for that purpose in the kitchens. Furthermore, they shall be given the means of preparing, themselves, the additional food in their possession.

Adequate premises shall be provided for messing.

Collective disciplinary measures affecting food are prohibited.[42]

دفعہ نمبر ۲۶: جنگی قیدیوں کا کھانا

روزانہ کھانے کی بنیادی راشن مقدار، معیار اور مختلف اقسام میں کافی ہو گی تا کہ جنگی قیدیوں کو اچھی صحت میں رکھا جا سکے اور وزن میں کمی یا غذائیت کی کمی کی نشوونما سے بچا جا سکے۔ قیدیوں کی عادت کھانوں کا بھی حساب لیا جائے گا۔

اقتدار حراست جنگی قیدیوں کو جو ایسے اضافی راشن کے ساتھ کام کرتے ہیں جتنا کہ ان پر ملازمت کے لیے ضروری ہے فراہم کرے گی۔

جنگی قیدیوں کو پینے کا مناسب پانی مہیا کیا جائے۔ تمباکو کے استعمال کی اجازت ہو گی۔

جہاں تک ممکن ہو، جنگ کے قیدی اپنے کھانے کی تیاری کے ساتھ منسلک ہوں گے۔ وہ اس مقصد کے لیے کچن میں ملازمت کر سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ انہیں خود تیار کرنے کا ذریعہ دیا جائے گا، جو خود ان کے قبضے میں دیئے گئے کھانے کا سامان ہے۔

گندگی کے لیے مناسب احاطہ فراہم کیا جائے۔ کھانے کو متاثر کرنے والے اجتماعی تادیبی اقدامات ممنوع ہیں۔

Article 27: Clothing

Clothing, underwear and footwear shall be supplied to prisoners of war in sufficient quantities by the Detaining Power, which shall make allowance for the climate of the region where the prisoners are detained. Uniforms of enemy armed forces captured by the Detaining Power should, if suitable for the climate, be made available to clothe prisoners of war.

The regular replacement and repair of the above articles shall be assured by the Detaining Power. In addition, prisoners of war who work shall receive appropriate clothing, wherever the nature of the work demands.[43]

دفعہ نمبر ۲۷: جنگی قیدیوں کا لباس

اقتدارِ حراست جنگی قیدیوں کو لباس کے کپڑے، انڈرویئر اور جوتے کافی مقدار میں فراہم کرے گی۔، جو اس خطے کے آب و ہوا کے مناسب جہاں قیدی حراست میں ہیں الاؤنس بنائے گی۔ اقتدار حراست کے ذریعہ قابض دشمن مسلح افواج کی وردیوں کو، اگر آب و ہوا کے لیے موزوں ہو تو، ان کو جنگی قیدیوں کے لئے دستیاب کیا جانا چاہئے۔

مذکورہ بالا مضامین کی باقاعدگی سے تبدیلی اور مرمت اقتدارِ حراست کے ذریعہ کروائی جائے گی۔ اس کے علاوہ، کام کرنے والے جنگی قیدیوں کو جہاں کہیں بھی کام کی نوعیت کا تقاضہ ہوتا ہے، ان کو نفیس لباس ملیں گے۔

جنیوا معاہدہ کی چند شقوں کا اسلامی تعلیمات سے تقابلی جائزہ

درج ذیل میں وہ جنیوا معاہدہ کی وہ شقیں بیان کی جائیں گی جو اسلامی قوانین کے موافق ہیں۔ اگرچہ امام سرخسی رحمہ اللہ نے ان کو ذکر نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ شقیں مشہور و معروف تھیں یا دیگر فقہاء کرام ان شقوں کو بیان کر چکے تھے تو اسی وجہ سے امام سرخسی رحمہ اللہ نے ان کے ذکر کرنے کو ضروری نہیں سمجھا۔ چند شقیں درج ذیل ہیں۔

ا۔ جنگی قیدیوں کے کھانے کا انتظام

جنیوا معاہدہ کی دفعہ نمبر ۲۶ میں قیدیوں کے کھانے کے حوالے سے ہے کہ جنگی قیدیوں کو کھانے کا سامان فراہم کیا جائے گا اور ان کو پینے کے لیے پانی بھی فراہم کیا جائے گا۔ یہ شق امام سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر نہیں کی ہے لیکن جنیوا معاہدہ کی یہ شرط اسلامی تعلیمات کے موافق ہے۔ قرآن کریم میں جہاں مومنین کے خصوصی اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک وصف قیدیوں کے کھانا کھلانے کو قرار دیا ہے۔ سورۃ الدھر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝اِنَّمَا نُطعِمُكُم لِوَجهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ

مِنكُم جَزَآءً وَّ لَا شُكُورًا" [44]

"اور اللہ کی محبت کی خاطر مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔(اور ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کھلا رہے ہیں۔"

نیز آپ ﷺ کے عمل پر بھی اگر ہم نظر دوڑائیں تو ہمیں یہ حکم ملتا ہے کہ آپ ﷺ بھی اپنے صحابہ کرام کو اور بعد کے آنے والے مسلمانوں کو ئی ہدایت دی کہ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی کا معاملہ کیا جائے۔اس کی ایک مثال ہمیں یمامہ کے سردار ذمامہ بن اثال کے بارے میں ملتی ہے کہ جب انہیں گرفتار کر کے قیدی بنایا گیا اور جتنے دن وہ قید میں رہے حضور ﷺ کے حکم کے مطابق انہیں بہترین کھانا اور دودھ دیا جاتا تھا:

"انہ لماکان فی الاسرجمعوا ماکان فی اهل النبی ﷺ من طعم و لبن"۔[45]

امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین سارے خلفاء قیدیوں کے لیے اتنا روزینہ مقرر کرتے رہے ہیں جس سے روٹی سالن، گرمی سردی کے کپڑے فراہم کرنے کا کام چل سکے اور سب سے پہلے یہ کام حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عراق میں کیا تھا، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام میں، اور پھر ان کے بعد تمام خلفاء نے ایسا ہی کیا:

"ولم تزل الخلفاء یاامیر المؤمنین تجری علی اهل السجون ما یقوتهم فی طعامهم وادمهم وکسوتهم الشتاءوالصیف،واول من فعل ذلک علی بن ابی طالب رضی الله عنہ بالعراق، ثم فعله معاویۃ بالشام ،ثم فعل ذلک الخفاء من بعد"[46]

۲۔ قیدیوں کا لباس

جنیوا معاہدہ کی دفعہ نمبر ۲۷ میں یہ بات ہے کہ اقتدارِ حراست جنگی قیدیوں کو لباس کے کپڑے، انڈرویئر اور جوتے کافی مقدار میں فراہم کرے گی۔، جو اس خطے کے آب وہوا کے مناسب جہاں قیدی حراست میں ہیں الاؤنس بنائے گی۔ یہ شق بھی اسلامی تعلیمات کے موافق جنیوا معاہدہ میں رکھی گئی ہے۔شریعت اسلامیہ نے جنگی قیدیوں کے ساتھ جو سلوک اختیار کرنے کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک حکم یہ بھی دیا گیا ہے کہ ان کے کپڑوں کا بندوبست کیا جائے۔کیونکہ اسلام کسی بھی شخص کی خواہ مسلم ہو غیر مسلم شرمگاہ کو دیکھنے کی اجازت نہیں دیتا اس لیے شریعت اسلامیہ نے قیدیوں کو کپڑا پہنانے کا حق دیا جو کہ اس کا شرعی حق ہے۔اور اس کے علاوہ آپ ﷺ نے بھی صحابہ کرام کو قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک اور عزت اور احترام کی تعلیم دی لہذا قیدیوں کی عزت و تعظیم انہیں لباس پہنایا جائے نہ کہ ان کو برہنہ رکھا جائے۔اسی طرح بدر کے قیدیوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے،ان کے جسم پر کپڑا نہیں تھا تو آپ ﷺ نے ان کے لیے قمیص کا حکم فرمایا تھا۔حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ:

"لما كان بوم بدر اتى باسارى واتى بالعباس ولم يكن عليه ثوب فنظر النبیﷺله قميصا فوجدوا قميص عبد الله ابن ابى يقدر عليه فكساه النبیﷺاياه فلذلک نزع النبیﷺقميصه البسه"[47]

بدر کی لڑائی کے موقع پر قیدی لائے گئے تھے جن میں عباس بھی تھے۔ ان کے بدن پر کپڑا نہیں تھا، نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے قمیص تلاش کروائی تو عبد اللہ بن ابی کی قمیص آپ کو آئی تو آپ ﷺ نے وہ قمیص عباس کو پہنا دی۔ اس سے معلوم ہوا موجودہ دور اور موسموں کی تبدیلی کے لحاظ سے قیدیوں کو جس قسم کے کپڑوں کی ضرورت ہو گی تو حکومت ان کو فراہم کریگی۔

۳۔ قیدیوں کی عزت و احترام

جنیوا معاہدہ کی دفعہ نمبر ۱۴ قیدیوں کی شخصیت اور عزت کا احترام کے حوالے سے شق بنائی گئی ہے کہ جنگی قیدی ہر وقت اور حالت میں اپنی شخصیت اور عزت کے احترام کے حقدار ہوتے ہیں۔ اور خواتین قیدیوں کے ساتھ ہر حالت میں ان کی جنس کی وجہ سے ہر لحاظ سے عزت سے پیش آیا جائے گا۔ جنیوا معاہدہ کی یہ شق بھی اسلامی تعلیمات و قوانین کے مطابق ہے۔ کیونکہ اسلام بھی یہی تعلیم دیتا ہے کہ جنگی قیدی کی عزت کا خیال رکھا جائے۔ اسی کے ذیل میں یہ بات بھی آجاتی ہے کہ قیدیوں کو ایسی ایذا رسانی نہ دی جائے جس کی وجہ سے ان کی عزت میں کمی آئے۔ اسی طرح اگر کوئی عورت قیدی بن جائے تو اسلام اس کے ساتھ بھی اس کی جنس کی وجہ سے عزت و تعظیم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ عورت قیدی کی عزت و تعظیم کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے ایک دفعہ قیدیوں میں جب حاتم طائی کی بیٹی گرفتار ہو کر مسلمانوں کی قید میں آئی تو آپ ﷺ نے اسے خود کھانا کھلایا اور پلایا اور کپڑے پہنائے اور آزاد کر کے اسکو اس کی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ واپس اپنے شہر بھیج دیا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حاتم طائی کی بیٹی بیان کرتی ہیں کہ:

"فكسانى رسول الله ﷺوحملنى واعطانى نفقة" [48]

کہ آپ ﷺ نے مجھے کپڑے، اور سواری کے جانور اور خرچہ بھی دیا۔

تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ شق بھی جنیوا معاہدہ میں اسلامی قوانین اور احکام کے مطابق رکھی گئی ہے کہ عورت کے صنف نازک کی وجہ سے اس کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آیا جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے کہ اس کی عزت کو خطرہ ہو۔

۴۔ قیدیوں کے کیمپ / پناہ گاہ

جنیوا معاہدہ کی دفعہ نمبر ۲۲ میں جنگی قیدیوں کے قید خانے اور جگہوں کی حالت اور رہائش گاہ کے بارے میں شق بیان کی گئی ہے کہ جنگی قیدیوں کو صرف ان احاطوں کے اندر قید کیا جاسکتا ہے جو زمین پر ہوں اور حفظان صحت اور تندرستی کی ہر لحاظ سے ضمانت دے سکتے ہوں۔ ان مخصوص معاملات کے علاوہ جہاں خود قیدیوں کی دلچسپی شامل ہو ایسے قیدیوں کو حوالات میں قید نہیں کیا جائے گا یا جنگی قیدیوں کو جو کہ غیر صحت بخش علاقوں میں قید ہیں یا جہاں کی آب و ہوا ان کے لیے نقصان دہ ہے انہیں جلد از جلد وہاں سے نکال کر زیادہ موافق آب و ہوا میں رکھا جائے۔ اقتدار حراست جنگی قیدیوں کو خیموں یا چھاؤنیوں کی حدود میں جمع کرلے۔ یہ شق بھی بظاہر اسلام کے قوانین کے متعارض نہیں ہے۔ کیونکہ قیدیوں کو پکڑ کر ایک جگہ بند ہی کیا جاتا ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں قیدیوں کے لیے کوئی جگہ یا مقام یا کیمپ مخصوص نہیں تھے۔ چونکہ یہ اسلامی حکومت کا ابتدائی زمانہ تھا اور وسائل کی بھی کمی تھی اسلئے اگر کسی کو قید کرنا ہوتا تو عارضی طور پر مسجد میں قید محبوس کر دیا کرتے تھے اور یہ عارضی طور پر ہوتا تھا جیسا کہ ثمامہ بن اثالؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھا تھا۔ یا آپ ﷺ قیدیوں کو صحابہ کرام میں بانٹ دیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کیا کرتے تھے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ شق بھی اسلامی تعلیمات کے موافق ہے اور شریعت کے ساتھ اس کا تصادم نہیں ہے۔

خلاصہ بحث:

اسلامی قوانین برائے اسیر ان جنگ چودہ سو سال سے نافذ العمل ہیں۔ مختلف جنگوں کے دوران مسلمان ان پر عمل پیرا رہے ہیں۔ ان قوانین پر عمل درآمد کی صورت میں جنگی قیدیوں کے لیے زندگی کا پیغام ہے۔ جنگی قیدیوں کے حوالے سے جو قوانین ہیں یہ کسی دانشور نے نہیں بنائے بلکہ آپ ﷺ نے بنائے ہیں انہی قوانین کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلام نے جنگی قیدیوں کے حوالے سے خصوصی حقوق عطا فرمائے۔ اسلامی قوانین کے مقابلے میں جنیوا معاہدات کی عمر بہت کم ہے اور تمام بین الاقوامی اقوام ان پر عمل پیرا بھی نہیں ہیں۔ یہ قوانین صرف دستاویزت کی شکل میں موجود ہیں۔ اسی کے پیش نظر اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ جنگی قیدیوں کے حقوق کو جنیوا معاہدے کے تناظر میں پیش کیا گیا تاکہ بین الاقوامی اقوام اس پر عمل پیرا ہو کر انسانیت سوز مظالم سے جنگی قیدیوں کو بچا سکیں۔

نتائج و سفارشات:

- جنگی قیدیوں کے حقوق کے سلسلے میں جتنے بھی بین الاقوامی معاہدات ہوئے ہیں وہ صرف معاہدات کی حد تک

ہیں عملی نفاذ کے سلسلے میں اس میں کمی کوتاہی جو نظر آرہی کی اس کا ازالہ کیا جائے۔

- جنیوا معاہدہ میں یہ اصول شامل کرنا چاہیئے کہ اگر کسی فوج کا کوئی قیدی جنگ میں دشمن قیدی بنالے تو اس قیدی کا رہا کروانا حکومت کے ذمہ ہوگا۔
- جنیوا معاہدہ میں یہ اصول بھی شامل ہونا چاہیے کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے قیدیوں کا تبادلہ کیا جائے تو حاکم وقت ضرورت کے پیش نظر اپنے قیدیوں کا دشمن کے قیدیوں سے تبادلہ کر سکتا ہے۔
- جنیوا معاہدہ میں یہ اصول بھی شامل ہونا چاہیے کہ اگر کوئی مسلمان کسی کافر حکومت کی قید میں ہے اور وہ اس کو زبردستی غیر اللہ کے سجدہ کرنے کو کہیں تو وہ ان کو منع کر دے۔ اور اس حکومت کو یہ چاہئے کہ وہ اس کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہ کرے۔
- اسی طرح کسی قیدی سے اپنی فوج کے بارے میں خفیہ باتیں یا راز معلوم کرنے کے لیے انسانیت سوز مظالم کی قطعاً اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔
- جنیوا معاہدہ میں یہ بھی شامل ہونا چاہئے کہ موجودہ دور میں جو حقوق انسانی کے علمبردار نام نہاد ممالک ہیں وہ جس طرح مسلمان قیدیوں کو راز معلوم کرنے کے لیے تشدد کا نشانہ بناتے ہیں وہ اس سے باز آجائیں۔
- جنگی قیدیوں کے حقوق کے سلسلے میں جتنے بھی بین الاقوامی معاہدات ہوئے ہیں وہ صرف معاہدات کی حد تک ہیں عملی نفاذ کے سلسلے میں اس میں کمی کوتاہی جو نظر آرہی کی اس کا ازالہ کیا جائے۔

حوالہ جات

1۔ احمد بن عبد الحلیم، ابن تیمیہ، السیاسۃ الشرعیۃ، مصر: دار الکتب، س۔ن، ص ۱۲۴،

2۔ ابو بکر بن مسعود، کاسانی، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء، ج ۷، ص ۱۰۹۔

3۔ محمد بن احمد بن محمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، قاہرہ: مکتبۃ ابن تیمیہ، قاھرہ، ۱۴۱۵ھ، ج ۲، ص: ۳۴۶۔

4۔ وھبۃ زحیلی، آثار الحرب، دمشق: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۸ء ص ۴۰۳۔

5۔ سعید ابو جیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، بیروت: دار الفکر، س۔ن، ص ۳۰،

6۔ مودودی، سید ابو الاعلی، الجہاد فی الاسلام، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۹۶ء، ص ۱۹۸

7۔ بخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ، الجامع الصحیح البخاری، کراچی: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۵۷ھ، ۱۹۳۸ء، ج ۱، ص ۴۲۳۔

8۔ القرآن سورۃ البروج ۴

9۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، ریاض: دار طیبہ، ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶ء، ص ۱۳۶۸۔

10۔ ابی الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷ء، ج ا، ص ۴۳۸۔

11۔ سید ابو الاعلی مودودی، الجہاد فی الاسلام، محولہ بالا، ص ۲۰۰

12۔ Lieut-Col P,M Sykes, A History Of Persia, Macmillan and co limited, S,T Martins street, Landon,1915, Vol:1, p. 482

13۔ سید ابو الاعلی مودودی، الجہاد فی الاسلام، محولہ بالا، ص ۲۰۷

14۔ Lieut-Col P,M Sykes, A History Of Persia, Macmillan and co limited, S,T Martins street, Landon,1915, Vol:1, p.448

15۔ Frederic W Farrar,The early days of christinity, Cassell & Company,Limited London, 1885, p. 488,489

16۔ ہیر وڈوٹس، دنیا کی قدیم تاریخ، مترجم، یاسر جواد، لاہور: المطبعۃ العربیۃ، ۲۰۰۵، ص ۳۱۱، ۳۱۰۔

17۔ سید ابو الاعلی مودودی، الجہاد فی الاسلام، محولہ بالا، ص ۲۱۵۔

18۔ ابی الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، محولہ بالا ج ۶، ص ۳۹۔

19۔ شاہ معین الدین ندوی، اسلام اور عربی تمدن، دار المصنفین، اعظم گڑھ: شبلی اکیڈمی، ۲۰۱۰ء، ص ۲۹۹۔

20۔ غلام جیلانی برق، یورپ پر اسلام کے احسان، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، س۔ن، ص ۱۲۹،

21۔ ایضا، ص ۸۳۔

22۔ سید ابو الاعلی مودودی، الجہاد فی الاسلام، محولہ بالا ص ۵۴۶۔

23۔ شورش کاشمیری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، سوانح و افکار، لاہور: مطبوعات چٹان میکلوڈ روڈ، س۔ن، ص ۱۳۷۔

24۔ محمد ناصر، سی۔ آئی۔ اے کی خفیہ جیلیں، لاہور: انقلاب پبلشرز، س۔ن، ص ۱۰۳۔

25۔ رافع القدر، گوانتاناموبے کی کہانی ملا ضعیف کی کہانی، لاہور: کتاب دوست پبلیکیشنز، س۔ن، ص ۱۱۔

26۔ ایضا، ص ۵۶۔

27۔ محمد بن اسماعیل بخاری، ابو عبد اللہ، جامع الصحیح البخاری، محولہ بالا ج ا، ص ۴۲۸۔

28۔ عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰ء، ج ۲، ص ۲۸۷۔

29۔ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، تاریخ الطبری، مصر: مکتبہ دار المعارف، ج ۲، ص ۴۶۱، ۴۶۰،

30۔ محمد بن علي، الشوكاني، نیل الاوطار، مصر: دار ابن الجوزی، س۔ن، ج ۱۴، ص ۲۵۶،

31۔ عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، محولہ بالا، ج ۴، ص ۲۲۲۔

32۔ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح البخاری، محولہ بالا، ج ا، ص ۴۲۳۔

33۔ ایضا، ج ا، ص ۴۲۲۔

34۔ محمد بن احمد سرخسی، کتاب الشرح السیر الکبیر، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۷ء، ج ۲، ص ۲۶۴۔

35۔ ابویوسف، قاضی یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، بیروت، لبنان: دار المعرفة، ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹ء، ص ۱۴۹۔

36۔ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح البخاری، محولہ بالا، ج ۱، ص ۳۳۶۔

37۔ ابو الفداء، اسماعیل بن عمر بن کثیر، البدایة والنہایة، بیروت: مکتبة المعارف، ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۱ء، ج ۳، ص ۳۱۰۔

38۔ The Geneva Conventions Of 12 August 1949Article No:14,p.87.

39۔ Ibid, Article No:15, p.87.

40۔ Ibid, Article No:16, p.87.

41۔ Ibid, Article No:22, p.90.

42۔ Ibid, Article No:26, p.92

43۔ Ibid, Article No:27, p.92

44۔ القرآن سورة الدھر: ۹،۸۔

45۔ محمد بن علی شوکانی، نیل الاوطار، ص ۲۵۶۔

46۔ ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص ۱۵۰، ۱۴۹۔

47۔ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح البخاری، ج ۱، ص ۴۲۲۔

48۔ ابو محمد عبد الملک ابن ہشام، السیرة النبویہ لابن ہشام، ج ۴، ص ۲۲۲۔